قسط:۱۳

ورق ورق زندگی

پروفیسر خالد شبیر احمد

ڈاکٹر عزیز علی میدانِ عمل میں:

ہندو اپنے مکانوں کو خالی چھوڑ کر شہر کے باہر اسلامیہ ہائی سکول حال اسلامیہ کالج کے وسیع گراؤنڈ میں پناہ لے چکے تھے۔مسلمان ہندوؤں کے گھروں میں داخل ہو کر ان کا سامان لوٹنے میں مصروف تھے۔ایسے حالات میں ڈاکٹر عزیز علی کی ''رفاہِ عامہ'' کمیٹی کے اراکین جو شروع سے ہی ایک منظّم صورت میں رفاہی کاموں میں بڑی دلچسپی لیتے رہے تھے۔ انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ لوٹ کا سلسلہ ختم ہونا چاہیے۔یہ سامان جو مسلمان اپنے گھروں میں لے جا رہے ہیں انہیں اکٹھا کر کے مہاجرین کے لیے سنبھال لینا چاہیے۔تاکہ وہ لوگ جو اپنا سب کچھ چھوڑ کر پاکستان آ رہے ہیں، اُن کے استعمال میں لایا جا سکے۔چنانچہ دوسرے روز ہی احرار اور خاکسار رضا کاروں کے ذمے یہ کام لگا دیا گیا کہ وہ شہر کے چوکوں اور اہم مقامات پر کھڑے ہو کر مسلمانوں سے وہ گھریلو سامان جس میں پہننے کے کپڑے، برتن، بستر، چارپائیاں اور اس نوعیت کی دوسری چیزیں جو گھریلو استعمال میں بنیادی طور پر استعمال ہوتی ہیں اُن سے لے کر خالی مکانوں میں جمع کرنا شروع کر دیں۔ڈاکٹر عزیز علی، ملک اللہ دتہ (صدر احرار) ابا جی نذیر مجیدی اور شہر کے دوسرے معززین حضرات اس سارے کام کے نگران تھے۔یہ لوگوں کو تلقین کرتے تھے کہ بھائیو! یہ سامان آپ کے لیے حرام ہے۔اس کو اپنا وطن چھوڑ کر پاکستان آنے والے مسلمانوں کے لیے جمع کراؤ۔تمہارے گھروں میں تو یہ سب کچھ موجود ہے۔پھر تم یہ سب کچھ لوٹ کر نہ تو اخلاقی طور پر کوئی اچھا کام کر رہے ہو اور نہ ہی ہمارا دین اس بات کی اجازت دیتا ہے۔اس تلقین اور ترغیب کا ایسا اچھا اثر ہوا کہ لوگ ہندوؤں کے گھروں سے سامان لا کر اُن جگہوں پر ''رفاہِ عامہ'' کے اراکین کے پاس خود جمع کرا رہے تھے اور میں یہ سب کچھ دیکھ کر بڑا حیران تھا کہ یک دم شہر کے لوگوں کا اندازِ فکر کیسے تبدیل ہو گیا۔کل تک تو یہ لوگ بے تحاشا لوٹ کا سامان اپنے گھروں کو لے جا رہے تھے اور آج وہی سامان اپنے ہاتھوں سے خود اٹھا کر جمع کرا رہے ہیں۔میں خود اس سارے کام میں بطور احرار رضا کار شامل رہا۔چند ہی دنوں میں کئی خالی مکانات مہاجرین کے لیے اس سامان سے بھر گئے اور اُنہیں قفل لگا کر چابیاں ذمہ دار لوگوں کے سپرد کر دی گئیں۔یہ کام مکمل ہوا تو مہاجرین کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔یہ سلسلہ بھی شہر کے مسلمانوں کے لیے ایک بڑا امتحان تھا کہ مقامی لوگ آنے والے لُٹے پٹے لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔لیکن میں یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا کہ مقامی لوگوں نے خود ہر طرح کی تکلیف کو برداشت کر کے آنے والے مہاجرین کے لیے

آسانیاں فراہم کیں۔ ایثار، خلوص، دینی جذبہ اپنے پورے عروج پر تھا۔ شہر کے اہم لوگ جو ڈاکٹر عزیز علی کی قیادت میں ایک منظّم تنظیم میں تبدیل ہو چکے تھے اور جس تنظیم کی اصل طاقت مجلس احرار اسلام کے جانباز رضا کار اور خاکسار تنظیم کے رضا کار تھے جو دن رات مہاجروں کی خدمت میں مصروف نظر آتے۔

مہاجرین کا کیمپ:

ریلوے اسٹیشن چنیوٹ پر مہاجرین کی گاڑیاں آتی تھیں۔ کثیر تعداد میں لوگ اُن کے استقبال کے لیے موجود ہوتے۔ تانگوں اور ریہڑوں پر اُن کا سامان اٹھا کر اسلامیہ ہائی سکول جو کہ ہمارے گھر کے ساتھ تھا وہاں لے آتے۔ جن کے تانگے ریہڑے تھے وہ رضا کارانہ طور پر کام کر رہے تھے۔ کسی قسم کا کوئی معاوضہ وصول نہیں کر رہے تھے۔ ایک دن ایک گاڑی آتی، پھر دوسرے یا تیسرے دن دوسری گاڑی آتی۔ ملک اللہ دتہ (صدر مجلس احرارِ اسلام) اپنے رضا کاروں کے ہمراہ خود اسٹیشن پر مہاجرین کے استقبال کے لیے موجود ہوتے اور اُنھیں تانگوں اور ریہڑوں گدھا گاڑیوں غرض یہ کہ مختلف ذریعوں سے مہاجر کیمپ میں لایا جاتا۔ کیمپ میں اُنہیں ہر طرح کی سہولت مہیا تھی۔ دو وقت کا کھانا لوگ مہیا کر رہے تھے۔ آٹے کی بوریاں، سبزی، چاول کی بوریاں، گُڑ، شکر اور اس طرح کا سامان رضا کارانہ طور پر جمع ہو جاتا۔

یہ صورت حال دیکھ کر جی خوش ہوتا کہ مسلمانوں میں وہ جذبہ آج بھی موجود ہے جو کہ اس وقت تھا کہ جب مکّہ کے مسلمان حضور سرورِ کائنات کے حکم کے تحت مدینہ میں ہجرت کر کے آئے تھے۔ مہاجرین کے پاس لوگ ویسے بھی بیٹھ جاتے۔ اُن کی دکھ بھری کہانیاں سنتے، انھیں دلاسا دیتے، اُن کی قربانیوں پر اُنھیں حوصلہ بھی دیتے کہ کوئی بات نہیں۔ اب ہماری موجودگی میں آپ کو یہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

ایک عرصہ تک یہ کیمپوں کی زندگی کا سلسلہ جاری رہا اور چنیوٹ کے مسلمانوں نے مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔ ڈاکٹر عزیز علی اپنے مخلص ساتھیوں کے ساتھ اس سارے کام کے نگران اعلیٰ تھے۔ ہر جمعہ کو شاہی مسجد میں ڈاکٹر عزیز علی تقریر میں لوگوں کو نظم وضبط کی تلقین کرتے، مہاجرین کے ساتھ اتحاد وتعاون کی اہمیت واضح کرتے اور وہیں نماز جمعہ ادا کر کے اپنی تنظیم کا اجلاس بھی کرتے۔

سکھ رجمنٹ کی آمد اور شہر کے لوگوں کی پریشانی:

ہندوؤں کے کیمپ کی حفاظت کے لیے بہت جلد ہندوستانی فوج میں سکھ رجمنٹ کے دس بارہ فوجی چنیوٹ آ گئے۔ انھوں نے ایک ایسا کام شروع کر دیا جس نے پورے شہر میں خوف اور پریشانی کی فضا پیدا کر دی۔ یہ لوگ اپنی جیپ میں کبھی جھنگ روڈ اور کبھی فیصل آباد روڈ اور کبھی لاہور روڈ پر دور تک نکل جاتے اور روزانہ دو تین راہ چلتے مسلمانوں کو گولی کا نشانہ بنا کر اُنہیں شہید کر دیتے۔ پنجاب کی حکومت میں ابھی اتنا استحکام نہیں تھا کہ یہاں کی مقامی پولیس فورس انہیں روک سکتی۔ اب یہ ایک ایسا مسئلہ بن گیا جس کا تدارک بظاہر کسی کے بس کی بات نظر نہیں آتی تھی۔ لہٰذا یہ مسئلہ ”رفاہِ عامہ“ کمیٹی

میں زیرِ بحث لایا گیا۔ ڈاکٹر عزیز علی کی زیرِ صدارت اجلاس میں طے پایا کہ شہر کے لوگوں کی پریشانی کو دور کرنے اور اُن کے حوصلے بلند کرنے کے لیے مختلف جگہوں پر جلسے کیے جائیں۔ وزیرِ اعلیٰ پنجاب نواب ممدوٹ کو ٹیلی گرام کے ذریعے ان حالات سے آگاہ کیا جائے اور سب سے اہم فیصلہ ڈاکٹر عزیز علی کی تجویز پر کیا گیا کہ سکھوں سے ملاقات کر کے اُنھیں کہا جائے کہ وہ اپنے دائرے میں رہتے ہوئے اپنے فرائض سرانجام دینے تک محدود رہیں جن کے لیے انھیں یہاں پر بھیجا گیا ہے کہ ہندوؤں کے کیمپ میں اُن کی جانوں کی حفاظت کریں۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا کام اُن کے لیے نقصان کا باعث بنے گا۔

سکھوں سے مسلمانوں کے وفد کی ملاقات:

سکھوں سے ملاقات کا وقت اور جگہ طے ہوگئی۔ تھانہ صدر کے باہر کھلے گراؤنڈ میں یہ ملاقات ہوئی۔ سکھ کمانڈر دو تین ساتھیوں کے ساتھ آیا۔ اور ادھر ڈاکٹر عزیز علی، ملک اللہ دتہ (صدر مجلس احرارِ اسلام) اور چند دوسرے معززین شہر بھی اس میں شامل تھے۔ کسی طرح مجھے بھی اس پروگرام کا پتہ چل گیا۔ میں بھی چھپ چھپا کر وہاں پہنچ گیا۔ یہ چھپ چھپا کر کوشش اس لیے کی گئی کہ میں جانتا تھا کہ اگر ملک صاحب صدر احرار کو میرا پتہ چل جاتا کہ میرا بھی یہ پروگرام ہے وہ کبھی مجھے اس بات کی اجازت نہ دیتے اور میں چاہتا تھا کہ اُن سکھوں کے ساتھ جو بات ہو میں سنوں۔ دونوں وفود جب ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئے تو میں بھی چپکے سے وہاں جا کھڑا ہوا۔ عین ڈاکٹر صاحب کی کرسی کے پیچھے۔ ملک صاحب نے مجھے دیکھا اور اُن کے چہرے پر غصے کے تاثرات بھی مجھے محسوس ہوئے لیکن بات شروع ہونے والی تھی اس لیے وہ کچھ نہ کر سکے۔ ڈاکٹر عزیز نے بڑے حوصلے اور بہادری کے ساتھ سکھ کمانڈر کو کہا کہ ''میرے بھائی آپ جس کام کے لیے یہاں تشریف لائے ہیں وہ کام کریں اور اس کام میں آپ کو کوئی دقت محسوس ہو تو آپ ہم سے رابطہ قائم کریں ہم آپ کی ہر ممکن مدد کو تیار ہیں۔ آپ کو شاید علم نہیں کہ یہ ہندو جو اس وقت اپنے کیمپ میں بیٹھے ہیں۔ یہ ہماری وجہ سے اور اللہ کے کرم سے زندہ اور سلامت ہیں، ہم نے ہی انھیں مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچایا ہے۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہمارے شہر میں ہندوؤں کا قتلِ عام ہو اگر ہم یہاں پر نہ ہوتے تو اس وقت تک ایک ہندو بھی زندہ نہ رہتا اور آپ کو پھر یہاں آنے کی تکلیف ہی نہ کرنا پڑتی جو کام آپ نے شروع کیا ہے اس کا ردِ عمل یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پھر مسلمان اٹھ کر وہی کام کرنا شروع کر دیں جس سے ہم نے اُنھیں روک رکھا ہے۔ آپ کو اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ آپ پاکستان میں ہیں اور صرف چند ہیں۔ لہٰذا ہم آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو قتل کرنا بند کریں اور اپنا کام کریں۔ ہم آپ کے ساتھ تعاون کریں گے۔ سکھوں نے بھی بڑے تحمل کے ساتھ بات کو سنا اور کہا کہ اچھا ہم کوشش کریں گے کہ آپ کی باتوں پر عمل کریں اور آپ کو کوئی شکایت نہ ہو۔ ویسے بھی انھوں نے کوئی ایسی بات تسلیم نہ کی جو حقیقتاً انھوں نے کی ہوئی تھی بات چیت ختم ہوئی تو صوبائی حکومت کو اس کی اطلاع دے دی گئی اور صوبائی حکومت سے مطالبہ بھی کیا گیا کہ اس غلط کام کا سدِ باب کیا جائے۔

شاہی مسجد میں جلسہ:

شہر میں بڑا جلسہ شاہی مسجد میں کیا گیا۔ جس میں مسلمانوں کے حوصلے بلند کرنے کے لیے تقریریں بھی کی گئیں۔ میں اس جلسے میں شامل تھا۔ جس میں ملک اللہ دتہ جو پنجابی میں بڑی اچھی تقریر کر لیتے تھے ایک تقریر کی تھی جس کا صرف ایک فقرہ ہی ذہن میں رہ گیا ہے اور فقرہ ایسا تھا کہ اُسے بھولنا میرے بس میں ہی نہیں۔ انھوں نے شہر کے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

''جُھگے وچوں چھے یا سَت سکھ فوجی ہین تُسیں اُنہاں کولوں ڈر دے پئے ہو تُسیں تا اُنہاں تے ہک
ہک تُھک وی سٹّو تے اوتہاڈی تُھکاں نال ای ڈب کے مر جاون''

ترجمہ: لے دے کے چھے یا سات سکھ فوجی ہیں آپ کو اُن سے خوف ہے۔ اگر تم لوگ ایک ایک
تھوک ہی اُن پر پھینک دو تو وہ سکھ فوجی تمہاری تھوکوں میں ڈوب کے مر جائیں۔

نیازی تھانیدار کا کارنامہ:

بعد میں سکھ سپاہی کہیں بھوانے تک گئے۔ بھوانہ کا تھانیدار نیازی تھا جس کو سکھوں کے ان کارناموں کا پتہ تھا کہ وہ مسلمانوں کو اس طرح قتل کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنے سپاہیوں کو تھانے کی عمارت پر پہلے ہی مورچے میں بٹھا دیا تھا اور کہا کہ اگر یہاں آئیں تو میرے حکم پر ان فوجیوں پر فائر کھول دینا۔ چنانچہ اللہ کی طرف سے سکھوں کی ذلت اُن کی قسمت میں لکھی تھی۔ وہ تھانے میں آئے اور پاکستان مردہ باد کا نعرہ لگایا۔ تھانے کے سپاہیوں نے بندوقیں تان لیں ''ہینڈز اپ'' کہہ کر اسلحہ لے لیا اور حوالات میں اُن کو بند کر دیا۔ دوسرے دن اُنہیں یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ آئندہ کوئی شکایت آئی تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ بس پھر کیا تھا دو دن میں حکومت کی طرف سے پٹھان رجمنٹ کے سپاہی آ گئے اور سکھ سپاہی اپنی حد میں رہنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ بات بھی سننے میں آئی کہ چنیوٹ کے ہندوؤں نے سکھ رجمنٹ کے سپاہیوں سے یہ بھی کہہ رکھا تھا کہ اگر تم صرف ڈاکٹر عزیز علی کو ہی ختم کر دو تو ہم یہ سمجھیں گے کہ ہم نے اپنے ہر نقصان کا بدلہ لے لیا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ ڈاکٹر عزیز علی نے شہر کے مسلمانوں کو ایک تنظیم کی شکل میں منظّم کر دیا تھا اور ہندوؤں کی تخریبی سرگرمیوں پر اُن کی گہری نظر تھی۔ کئی ہندوؤں کو اُنھوں نے قیامِ پاکستان سے پہلے ہی گرفتار بھی کروایا تھا۔ اور پھر سب سے بڑی وجہ اُن کا ہندو سے مسلمان ہو جانا بھی تھا۔

ایک ہندو زخمی حالت میں دیکھا گیا جسے میں نے گھر پہنچایا۔ ایک ہندو کی لاش ایک محلّہ میں، میں نے دیکھی جس کے اوپر سے گزر کر مسلمان ہندوؤں کے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ لاری اڈے کے ڈرائیوروں نے ایک تنظیم بنائی جو چنیوٹ ریلوے اسٹیشن پر گاڑی کو روک کر ہندوؤں اور سکھوں کو قتل کر دیتے تھے۔ اس کی تصدیق اس طرح ہوئی کہ مجھے کسی نے بتایا کہ ریلوے اسٹیشن کے پار دوسری طرف بڑے بڑے کھڈے ہیں وہاں کچھ سکھوں کی لاشیں پڑی ہیں۔ میں نے سکھوں کی چند لاشیں وہاں پر دیکھی تھیں۔ ''ڈھلاں والی'' ہندو محلے کو آگ لگائی گئی جس کی وجہ ہندوؤں کی اپنی جارحانہ

سرگرمیاں تھیں۔اس کے علاوہ کہیں سے کوئی ایسی خبر اس تمام عرصے میں نہیں ملی۔

چنیوٹ شہر میں قادیانیوں کی آمد:

مہاجرین ابھی اپنے کیمپوں میں ہی تھے کہ آہستہ آہستہ قادیان سے قادیانیوں کے قافلے چنیوٹ پہنچنا شروع ہوگئے۔انہیں حکومتِ پنجاب کی خصوصی ہدایات کے تحت ہندوؤں کے خالی مکانوں میں بٹھادیا گیا۔فارمل سکول چوک ختم نبوت میں قادیان کا تعلیم الاسلام سکول کھول دیا گیا اور وہاں پر قادیانی طالب علموں نے اپنا تعلیمی سلسلہ شروع کردیا۔میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ ہندوؤں کے مکانوں میں مسلمانوں کو آباد کیا جائے گا۔مجھے اس سے شدید دھچکا لگا۔حکومت مہاجرین کی بجائے قادیانیوں کی آبادکاری اور اُن کے مفادات کا تحفظ کررہی تھی۔کیوں کہ انگریزوں کی طرف سے انھیں یہی ہدایت تھی۔میں نے صدر مجلس احرار اسلام چنیوٹ ملک اللہ دتہ سے کہا کہ یہ قادیانی ہندوؤں کے مکانوں میں رہائش پذیر ہوگئے ہیں،مہاجرین کہاں جائیں گے؟ ملک صاحب نے جواب میں کہا:

> ''تمہیں کس نے یہ کہا ہے کہ قادیانی یہاں آباد ہوجائیں گے انہیں تو عارضی طور پر چنیوٹ میں بٹھایا گیا ہے۔یہ جلدی دریا کے پار اپنا الگ شہر بنائیں گے اور یہاں سے چلے جائیں گے۔''

اس وقت ہم نونہالانِ احرار کی الگ تنظیم تھی۔ہمارا دفتر الگ تھا اور ہم الگ پریڈ کیا کرتے تھے۔میں ان احرار نونہالوں کا لیڈر تھا۔ہم تقریباً سوڈیڑھ سو کے قریب لڑکے تھے۔تحفظ ختم نبوت کا جذبہ ہمیں مجلس احرار اسلام سے ہی ملا تھا۔اور عقیدۂ ختم نبوت پر غیر متزلزل ایمان کی وجہ سے ہم قادیانیوں کو اسلام،مسلمانوں اور وطن کا بدترین دشمن سمجھتے تھے اور الحمد للہ اب بھی انھیں دشمن ہی سمجھتے ہیں۔اسی وجہ سے میری اور میرے ساتھیوں کی قادیانیوں کے ساتھ کئی دفعہ مڈبھیڑ بھی ہوئی۔ایک دفعہ مجھے اُنھوں نے ہاکیوں سے مارا،لیکن مار کر بھاگ گئے۔میں اُن کے پیچھے بھاگا۔لیکن وہ گلیوں میں چھپ گئے۔ایک دن وہ قابو میں آگئے تو ہم نے بھی حساب برابر کردیا۔

جاری ہے

ماہانہ مجلس ذکر واصلاحی بیان
28 جون 2012ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961